

سپریم کورٹ رپورٹس (2006) ایس یو پی پی-8 ایس سی آر

روی کانت ایس پاٹل

بنام

سرو بھوما ایس۔ بابلی

14 نومبر 2006

(وائی کے سا بھار وال، چیف جسٹس، سی کے ٹھا کر اور آروی رویندرن، جسٹس صاحبان)

عوامی نمائندگی ایکٹ، 1951:

دفعات۔ 8(1) (الف) اور 8(ت)۔ نااہلی۔ نامزدگی داخل کرنے کی تاریخ سے پہلے دی گئی
اثباتِ جرم کا قیام۔ نامزدگی اور انتخاب کی تاریخوں پر، عدالت عالیہ کے اثباتِ جرم پر روک لگانے کے حکم
کے پیش نظر، امیدوار کو نااہل نہیں کیا گیا تھا۔ ضابطہ فوجداری معاملات، 1973۔ دفعہ 389(1) ساتھ ساتھ پڑھیں۔ دفعہ 374 تعزیریاتی ضابطہ، 1860۔ دفعات۔ 366 اور
377۔ بھارت کا آئین، (1950-آئیکل 191)

رامانا رنگ بنام رمیش نارنگ اور دیگر، (1995) 2 ایس سی سی 513، پر انحصار کیا۔
بی آر کا پور بنام ریاست تامل ناڈو، (2001) 7 ایس سی سی 231، قابل اطلاق نہیں ہے۔
ریاست تامل ناڈو بنام اے جگن ناتھ (1996) 5 ایس سی سی 329، ممتاز۔
کے سے سارین بنام سی بی آئی، چندی گڑھ، (2001) 6 ایس سی سی 584؛ ریاست مہاراشٹر
بنان گجانن اور دیگر، (2003) 12 ایس سی سی 432؛ کے پر بہا کرن بنام پی جے راجن، (2005)
1 ایس سی سی 754؛ اور یونین آف بھارت بنام اتار سنگھ، (2003) 12 ایس سی سی 434، کا حوالہ
دیا گیا ہے۔

منی لال بنام پرمانی لال، (1970) 2 ایس سی سی 462 اور ودیا چرن شکلا بنام پرشوتم لال کوشک، (1981) 2 ایس سی سی 84، پہلے ہی مسترد ہو چکے ہیں۔

اپیلیٹ دیوانی کا دائرہ اختیار فیصلہ: 2005 کی دیوانی اپیل نمبر-5034

ایکشن پٹیشن نمبر 4/2004 میں بنگلور میں کرناٹک عدالت عالیہ کے مورخہ 15.07.2005 کے فیصلے اور حکم سے۔

اپیل کنندہ کے لیے ہریش این سالوی، بساوا پر بھوالیس پاٹل، سشیل کرنجر، وی این راگھوپتی اور بی سبرامنیم پرساد۔

درخواست دہندگان کے لیے شانتھا کے آر مہالے، راجیش مہالے، سی بی گرو راج اور گریشاوائی ایل۔

عدالت کا مندرجہ ذیل حکم اس کے ذریعے دیا گیا

حکم

عوامی نمائندگی ایکٹ 1951 (مختصر طور پر ایکٹ) کی دفعہ 116 اے کے تحت اس اپیل کو منتخب امیدوار نے ترجیح دی ہے۔ حقائق مختصر اور کم ہیں۔ اپیل کنندہ کرناٹک قانون ساز اسمبلی کا منتخب رکن تھا جسے فروری 2004 میں تحلیل کر دیا گیا تھا۔ 28 جولائی 2000 کے فیصلے اور حکم کے ذریعے، اپیل کنندہ کو مجرم قرار دیا گیا اور چھٹے ایڈیشنل سیشن جج، سولا پور نے ایس سی نمبر-203/1999 سے سات

سال کی مدت کے لیے قید کی سزا سنائی۔ اس کے فوراً بعد، 2000 کی فوجداری اپیل نمبر 658 کو اپیل کنندہ نے اثباتِ جرم کے فیصلے اور اثباتِ جرم کے حکم کو چیلنج کرتے ہوئے ترجیح دی۔ اپیل زیر التوا رکھتے ہوئے بمبئی عدالت عالیہ نے سزا پر عمل درآمد پر روک لگا دی۔

(2) کرناٹک قانون ساز اسمبلی کے تازہ انتخابات کا نوٹیفکیشن جاری کیا گیا۔ نوٹیفکائی کردہ انتخابی پروگرام درج ذیل تھا:

نامزدگی کی آخری تاریخ: 31.03.2004

نامزدگی کی جانچ پڑتال کی تاریخ: 02.04.2004

واپسی کی آخری تاریخ: 05.04.2004

ووٹنگ کی تاریخ: 20.04.2004

نتائج کے اعلان کی تاریخ: 13.05.2004

اپیل کنندہ نے زیر التواء اپیل میں 28 جولائی 2000 کے اثباتِ جرم کے حکم پر روک لگانے کے لیے درخواست دائر کی تاکہ وہ الیکشن لڑ سکے۔ بمبئی عدالت عالیہ نے 26 مارچ 2004 کے حکم ذریعے اپیل زیر التواء اثباتِ جرم پر روک لگا دی۔ اس کے بعد، اپیل کنندہ نے 29 مارچ 2004 کو اپنا نامزدگی داخل کیا۔ مدعا علیہ نے اپیل کنندہ کی نامزدگی کی قبولیت پر اعتراض اٹھاتے ہوئے کہا کہ اپیل کنندہ کو ایکٹ کی دفعہ 8(1) اور (3) کے تحت نااہل قرار دیا گیا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے اٹھائے گئے مذکورہ اعتراض کو ریٹرننگ آفیسر نے مسترد کر دیا۔ اپیل کنندہ کو 13 مئی 2004 کو منتخب قرار دیا گیا تھا۔

(3) اپیل کنندہ کے انتخاب کو مدعا علیہ نے کرناٹک عدالت عالیہ کے سامنے اس بنیاد پر چیلنج کیا تھا کہ اپیل کنندہ الیکشن لڑنے کا اہل نہیں تھا۔ الیکشن پٹیشن میں مدعا علیہ کی طرف سے قائم کیا گیا مقدمہ یہ تھا کہ نامزدگی داخل کرنے کی تاریخ اور نتائج کے اعلان کی تاریخ پر، منتخب امیدوار کو قانون ساز اسمبلی کے

رکن کے طور پر منتخب ہونے کے لیے نااہل قرار دیا گیا تھا، ایکٹ کی دفعات 8(1)(3)(4) کے پیش نظر، کیونکہ اسے تعزیرات بھارتیہ کی دفعات 366 اور 376 کے تحت قابل سزا جرم میں مجرم قرار دیا گیا تھا اور اسے دو سال سے زائد قید کی سزا سنائی گئی تھی۔

(4) انتخابی پٹیشن کے زیر التواء ہونے کے دوران، اثباتِ جرم کے خلاف اپیل کنندہ کی اپیل کو بمبئی عدالت عالیہ نے 10 ستمبر 2004 کے فیصلے کے ذریعے منظور کیا اور اسے بری کر دیا گیا۔

(5) اپیل کے تحت فیصلے کے ذریعے، عدالت عالیہ، کے پر بھا کرن بمقابلہ پی جے راجن، (2005) 1 ایس سی سی 754 میں اس عدالت کے فیصلے پر بھروسہ کرتے ہوئے، اس نتیجے پر پہنچی کہ اپیل کنندہ کو الیکشن لڑنے کے لیے نااہل قرار دیا گیا تھا، اس حقیقت کے پیش نظر کہ نامزدگی کی تاریخ تک، اپیل کنندہ کے خلاف اثباتِ جرم تھی جسے اعلیٰ عدالت نے مسترد نہیں کیا تھا۔ عدالت عالیہ نے رائے دی ہے کہ فیصلہ کن تاریخیں انتخابات کی تاریخ اور نامزدگی کی جانچ پڑتال کی تاریخ ہوتی ہیں نہ کہ انتخابی پٹیشن میں یا اس کے خلاف اپیل میں فیصلے کی تاریخ۔ اس کے مطابق، انتخابی درخواست کی اجازت دی گئی اور یہ اعلان کیا گیا کہ انڈیا اسمبلی حلقے میں اپیل کنندہ کا انتخاب اور نتیجہ کا اعلان کالعدم تھا۔

(6) آئین بھارت کا آرٹیکل 191 کسی ریاست کی قانون ساز اسمبلی کے رکن کے طور پر منتخب ہونے اور اس کے رکن ہونے کے لیے نااہلی کا التزام کرتا ہے، اگر کوئی شخص پارلیمنٹ کے ذریعے بنائے گئے کسی قانون کے ذریعے یا اس کے تحت نااہل قرار دیا جاتا ہے۔ عوامی نمائندگی ایکٹ، 1951 وہ قانون ہے جس پر آئین کے آرٹیکل 191(1)(ای) کے ذریعے غور کیا گیا ہے۔ ایکٹ کے دفعہ 7 (ب) میں "نااہل" کے بیان محاورہ کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

“نااہل ہونے کا مطلب پارلیمنٹ کے کسی بھی ایوان یا قانون ساز اسمبلی یا ریاست کی قانون ساز

کے رکن کے طور پر منتخب ہونے اور اس کے رکن ہونے کے لیے نااہل ہونا ہے۔

ایکٹ کے دفعہ 8 میں بعض جرائم کے لیے اثباتِ جرم پانے پر نااہلی کا التزام ہے۔ دفعہ 8 (1)، دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ، یہ بھی فراہم کرتی ہے کہ شق (اے) سے (این) کے تحت قابل اثباتِ جرم جرم کا مجرم قرار دیا گیا شخص نااہل قرار دیا جائے گا جہاں متاثرہ شخص کو اس طرح کی اثباتِ جرم کی تاریخ سے قید کی اثباتِ جرم سنائی جاتی ہے اور اس کی رہائی کے بعد مزید چھ سال کی مدت کے لیے نااہل قرار دیا جاتا رہے گا۔ دفعہ 376 (1) یا (2) کے تحت قابل سزا جرم دفعہ 8 کی ذیلی دفعہ (1) کی شق (اے) میں مذکور جرائم میں سے ایک ہے۔ دفعہ 8 کی ذیلی دفعہ (3) میں کہا گیا ہے کہ کسی بھی جرم کا مجرم اور کم از کم دو سال قید کی اثباتِ جرم پانے والے شخص کو اس طرح کی اثباتِ جرم کی تاریخ سے نااہل قرار دیا جائے گا اور اس کی رہائی کے بعد مزید چھ سال تک نااہل قرار دیا جاتا رہے گا۔ اگر ایکٹ کے تحت کسی شخص کی نامزدگی کو غلط طریقے سے قبول کیا جاتا ہے، تو یہ اعلان کرنے کی بنیاد ہے کہ اس طرح کے نااہل امیدوار کا انتخاب کا عدم ہے۔ اہلیت یا نااہلی کا تعین نامزدگی کی جانچ پڑتال کے لیے مقرر کردہ تاریخ کے حوالے سے کیا جانا ہے۔ نامزدگی کی جانچ پڑتال کی تاریخ کے مطابق نااہلی کو ہٹانے کے لیے اس کے بعد کی بریگی متعلقہ نہیں ہے۔

(7) پر بھا کرن کے معاملے (اوپر) میں، آئینی بیج کے ذریعے جانچ کیے گئے سوالات میں سے

ایک سوال درج ذیل تھا:

"کیا انتخاب کی تاریخ کے بعد کی تاریخ کا اپیل کا فیصلہ اور جس کا کسی امیدوار کی اثباتِ جرم اور اس پر قید کی اثباتِ جرم پر اثر پڑتا ہے، اس کا پچھلی تاریخ سے نااہلی کو ختم کرنے کا اثر پڑے گا اگر کسی شخص کو کسی جرم کی اثباتِ جرم سنائے جانے کے نتیجے میں اور 2 سال سے کم قید کی اثباتِ جرم سنائے جانے پر نامزدگی داخل کرنے اور نامزدگی اور انتخاب کی تاریخوں پر الیکشن لڑنے کے لیے نااہل قرار دیا گیا ہو؟"

جیسا کہ مذکورہ سوال کی تشکیل خود ہی ظاہر کرتی ہے کہ نااہلی کا پتہ لگانے کے لیے متعلقہ تاریخ نامزدگی اور انتخاب کی تاریخ ہے۔ آئینی بیج نے مذکورہ سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ ایکٹ کی

دفعہ 100 کی ذیلی دفعہ (1) کی شق (اے) کے تحت، عدالت عالیہ سے یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ آیا انتخاب کی تاریخ پر واپس آنے والا امیدوار اہل نہیں تھا یا اسے نشست پر بیٹھنے کے لیے نااہل قرار دیا گیا تھا اور اگر جواب مثبت ہے تو عدالت عالیہ کو واپس آنے والے امیدوار کے انتخاب کو کالعدم قرار دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ مزید مانا جاتا ہے کہ مرکز نقطہ جس کے حوالے سے نااہلی کے سوال کا تعین کیا جائے گا وہ انتخاب کی تاریخ ہے۔ آئینی بنچ نے منی لال بنام پر مائی لال، (1970) 2 ایس سی سی 462، اور ودیا چرن شکلا بنام پر شوم لال کوشک، (1981) 2 ایس سی سی 84 کے مقدمات میں فیصلوں کو مسترد کر دیا، جس نے یہ خیال لیا تھا کہ نااہلی کے سوال پر رائے، عدالت عالیہ کو اس وقت تشکیل دینی ہوگی جب وہ انتخابی درخواست میں فیصلہ سنانے کے لیے آگے بڑھے اور نامزدگی اور انتخاب کے بعد بری ہونے کا، نامزدگی کی جانچ پڑتال کے وقت بھی نااہلی کو غیر موجود کرنے کا پس منظر اثر پڑتا ہے۔ آئینی بنچ نے مشاہدہ کیا کہ کسی امیدوار کی اہلیت یا نااہلی کے سوال پر ریٹرننگ آفیسر کے فیصلے کی درستگی یا بصورت دیگر کا تعین کسی ایسے واقعے سے نہیں کیا جاسکتا جو جانچ پڑتال کی تاریخ اور عدالت عالیہ کے فیصلے کے اعلان کی تاریخ کے درمیان ہوا ہو۔ اس نظریے کو قبول کرنے میں غیر یقینی، بے ضابطگی، الجھن یا عملی مشکلات کہ بری ہونے کا تعلق نامزدگی کی جانچ پڑتال کی تاریخ سے ہوگا، جہاں تک انتخابی قوانین کا تعلق ہے، آئینی بنچ نے جانچ پڑتال کی، اور اس کا فیصلہ اس طرح کیا گیا:

"قانون کی صحیح پوزیشن یہ ہے کہ دفعہ 36(2) (اے) کے تحت نامزدگیوں کی جانچ پڑتال کی تاریخ پر آرپی اے کی دفعہ 8 کی ذیلی دفعہ (3) کے معنی کے اندر نااہل جوابدہ دیے گئے شخص کی نامزدگی کو کالعدم جوابدہ دیا جائے گا اور ریٹرننگ آفیسر کے اس طرح کے فیصلے کو صرف اس وجہ سے غیر قانونی یا نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اثباتِ جرم کو الگ کر دیا گیا ہے یا اس طرح تبدیل کیا گیا ہے کہ وہ آرپی ایکٹ کی دفعہ 8(3) کے دائرے سے باہر ہو جائے جس کے نتیجے میں کسی مجرمانہ اپیل یا نظر ثانی میں بعد کی تاریخ کے فیصلے پر۔"

(8) تاہم، موجودہ معاملے میں، اپیل کنندہ کا الیکشن لڑنے کے اہل ہونے کا موقف یا تو بعد میں بری ہونے کی بنیاد پر یا اثباتِ جرم پر عمل درآمد پر روک کی بنیاد پر نہیں تھا، بلکہ اثباتِ جرم پر روک کی بنیاد پر تھا۔ یہ واضح ہے کہ نامزدگی داخل کرنے کی آخری تاریخ سے پہلے، اپیل کنندہ نے 2000 کی اپنی زیر التواء فوجداری اپیل میں ایک درخواست (2004 کی فوجداری درخواست) دائر کی تھی جس میں درخواست کی گئی تھی کہ اس کی اثباتِ جرم کو زیر التواء اپیل پر روک دیا جائے کیونکہ اسے آئندہ الیکشن لڑنا تھا، اور یہ کہ اگر اس کی اثباتِ جرم پر روک نہیں لگائی گئی تو وہ الیکشن نہیں لڑ سکے گا جس کے نتیجے میں اس کے انتخاب لڑنے کے حق سے محروم ہو جائے گا۔ بمبئی عدالت عالیہ نے 26 مارچ 2004 کے حکم نامے کے ذریعے، مقدمے کے حقائق اور حالات پر غور کرتے ہوئے، اس بات کو نوٹ کرتے ہوئے کہ متاثرہ لڑکی اور ملزم۔ اپیل کنندہ کے درمیان رضا کارانہ شادی ہوئی تھی، اور اس درخواست کا فیصلہ کرنے کے مقصد سے دیگر متعلقہ حقائق نے اپیل کنندہ کی اثباتِ جرم پر روک لگانے کا حکم دیا، اس کے علاوہ اثباتِ جرم پر عمل درآمد کے حکم علاوہ جو پہلے سے ہی اس وقت نافذ تھا جب اپیل کنندہ نے اثباتِ جرم پر روک لگانے کی درخواست دائر کی تھی۔ سوال، ان حالات میں، نامزدگی سے پہلے بھی اثباتِ جرم پر روک کے اثر کے بارے میں ہے، جہاں تک ایکٹ کی دفعہ 8 کے تحت فراہم کردہ نااہلی کا تعلق ہے۔

(9) مجموعہ ضابطہ فوجداری 374 (مختصر طور پر ضابطہ اخلاق) سیشن جج کے ذریعے مقدمے کی سماعت کے لیے سزایافتہ کسی بھی شخص کی طرف سے اپیل دائر کرنے کا علاج فراہم کرتی ہے۔ ضابطہ اخلاق کی دفعہ 389، دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ، یہ بھی فراہم کرتی ہے کہ کسی سزایافتہ شخص کی طرف سے کسی بھی اپیل کے زیر التواء، اپیلٹ عدالت، تحریری طور پر درج کردہ وجوہات کی بنا پر، حکم دے سکتی ہے کہ سزایا حکم پر عمل درآمد معطل کیا جائے اور، اگر وہ قید میں ہے، تو اسے ضمانت پر یا اپنے بانڈ پر رہا کیا جائے۔

(10) یہ سوال کہ کیا توضیح اخلاق میں اس طرح کی روک کے لیے کسی مخصوص شق کی عدم

موجودگی میں اثباتِ جرم کے حکم پر روک لگائی جاسکتی ہے، راما نارنگ بنام رمیش نارنگ اور دیگر، (1995) 2 ایس سی سی 513 کے معاملے میں اس عدالت کے سامنے غور کے لیے آیا۔ مذکورہ معاملے میں، عدالت عالیہ کی طرف سے اپیل کو قبول کرتے ہوئے جو حکم منظور کیا گیا تھا، اسے ضابطہ اخلاق کی دفعہ 389(1) کے تحت ایک قرار دیا گیا تھا، اس کا اثر درج ذیل تھا:-

"ملزم کو مقدمے کے جج کے ضامن کے لیے اتنی ہی رقم میں ایک ضمانت کے ساتھ 10,000 روپے کی رقم میں ذاتی بانڈ پیش کرنے پر ضمانت پر رہا کیا جائے۔ اعتراض شدہ حکم کے نفاذ پر روک رہے گی۔"

اس معاملے میں جن سوالات کا جائزہ لیا گیا ان میں سے ایک یہ تھا کہ کیا ضابطہ اخلاق کی دفعہ 389(1) کے تحت اختیارات کو اثباتِ جرم پر روک لگانے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس عدالت نے فیصلہ دیا کہ اثباتِ جرم کا حکم بذات خود ضابطہ فوجداری کے تحت عمل درآمد کے قابل نہیں ہے، لیکن بعض حالات میں، اثباتِ جرم کا حکم محدود معنوں میں قابل عمل ہو سکتا ہے، اس لیے کہ اس کے نتیجے میں دیگر قوانین کے تحت کچھ نااہلی ہو سکتی ہے؛ اور یہ کہ ایسے معاملات میں، اثباتِ جرم کو روکنے کے لیے بھی مجموعہ ضابطہ فوجداری 389(1) کے تحت طاقت کا استعمال کرنا جائز ہے۔ ہم اس عدالت کی طرف سے دیئے گئے اس نتیجے کی استدلال کو ذیل میں نکالتے ہیں:

"یہ ہمیں اس سوال کی طرف لے جاتا ہے کہ کیا ضابطہ اخلاق کی دفعہ 389(1) کا دائرہ اپیلٹ عدالت کو اثباتِ جرم کے حکم کے عمل کو روکنے کا اختیار دینے تک پھیلا ہوا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، اگر اثباتِ جرم کے حکم کے نتیجے میں کمپنیز ایکٹ کی دفعہ 267 میں مذکور قسم کی کچھ نااہلی ہوتی ہے، تو ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ہمیں ضابطہ اخلاق کی دفعہ 389(1) کو تنگ معنی دینا چاہیے تاکہ عدالت کو کسی مناسب معاملے میں اس سلسلے میں حکم دینے سے روکا جاسکے۔ دفعہ 374 کے تحت اپیل بنیادی طور

پر اثباتِ جرم کے حکم کے خلاف ہے کیونکہ اثباتِ جرم کا حکم محض اس کے نتیجے میں ہے؛ حالانکہ اثباتِ جرم کے حکم کو بھی آزادانہ طور پر چیلنج کیا جاسکتا ہے اگر یہ ثابت شدہ جرم کے لیے سخت اور غیر متناسب ہو۔ لہذا، جب ضابطہ اخلاق کی دفعہ 374 کے تحت اپیل کو ترجیح دی جاتی ہے تو اپیل اثباتِ جرم اور سزا دونوں کے خلاف ہوتی ہے اور اس لیے ہمیں ضابطہ اخلاق کی دفعہ 389(1) پر تنگ تشریح کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اسے اثباتِ جرم کے حکم تک نہ بڑھایا جائے، حالانکہ فوری معاملے میں یہ مسئلہ پس منظر میں چلا جاتا ہے کیونکہ اگر ضابطہ اخلاق کی دفعہ 389(1) میں اختیار نہیں پایا جاتا تو ہائی کورٹس ضابطہ اخلاق کی دفعہ 482 کے تحت موروثی دائرہ اختیار کا استعمال کر سکتی ہیں۔

تاہم، اس عدالت نے واضح کیا کہ اثباتِ جرم پر روک لگانے کے خواہاں شخص کو اپیلٹ عدالت کی توجہ خاص طور پر ان نتائج کی طرف مبذول کرانی چاہیے جو اثباتِ جرم پر روک نہ لگانے کی صورت میں پیدا ہو سکتے ہیں؛ اور یہ کہ جب تک عدالت کی توجہ ان مخصوص نتائج کی طرف نہ جائے جو اثباتِ جرم پر پڑنے کا امکان ہے، اثباتِ جرم یافتہ شخص اثباتِ جرم پر روک لگانے کا حکم حاصل نہیں کر سکتا۔ درحقیقت، اگر اس طرح کے مخصوص نتائج کو اس کے نوٹس میں نہیں لایا جاتا ہے، تو عدالت سے توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ محض اثباتِ جرم پر عمل درآمد کو معطل کرنے کے بجائے اثباتِ جرم پر روک لگائے گی یا خود اثباتِ جرم پر روک لگانے کے لیے متعلقہ وجوہات تفویض کرے گی۔ اس معاملے میں، یہ حقائق پر پایا گیا کہ اس میں اپیل کنندہ نے کمپینز ایکٹ کی دفعہ 267 کے تحت اس کی نااہلی کی وضاحت نہیں کی تھی، اگر اس کی اثباتِ جرم پر روک نہیں لگائی گئی تھی۔ لہذا، اس عدالت نے یہ نتیجہ اخذ کرنے سے انکار کر دیا کہ عدالت عالیہ نے معاملے کے اس مخصوص پہلو پر اپنا ذہن لگایا تھا اور اس کے بعد اثباتِ جرم یا متنازعہ فیصلے کے عمل پر روک لگا دی تھی۔ نتیجتاً، قیام کے حکم کو اثباتِ جرم پر روک کے طور پر نہیں سمجھا گیا۔

(11) یہ واضح کیا جانا چاہیے کہ اثباتِ جرم پر روک لگانے کا حکم قاعدہ نہیں ہے بلکہ مقدمے کے حقائق کے لحاظ سے غیر معمولی معاملات میں اس سے مستثنیٰ ہے۔ جہاں اثباتِ جرم پر عمل درآمد روک دیا

جاتا ہے، وہاں اثباتِ جرم کا عمل جاری رہتا ہے۔ لیکن جہاں خود اثباتِ جرم کو روک دیا گیا ہے، اس کا اثر یہ ہے کہ اثباتِ جرم قیام کی تاریخ سے نافذ نہیں ہوگی۔ قیام کا حکم، یقیناً، اثباتِ جرم کو غیر موجود نہیں بناتا، بلکہ صرف غیر فعال کرتا ہے۔ جیسا بھی ہو۔ جہاں تک موجودہ معاملے کا تعلق ہے، ایک درخواست دائر کی گئی تھی جس میں خاص طور پر اثباتِ جرم کے حکم پر روک لگانے کی درخواست کی گئی تھی جس میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ اگر اثباتِ جرم پر روک نہیں لگائی گئی تو نتائج یعنی اپیل کنندہ کو الیکشن لڑنے کے لیے نااہل قرار دیا جائے گا۔ عدالت عالیہ نے خصوصی وجہ پر غور کرنے کے بعد اثباتِ جرم پر روک لگانے کا حکم دیا۔ چونکہ اثباتِ جرم پر عمل درآمد پر روک کے برعکس خود اثباتِ جرم پر روک لگا دی گئی ہے، اس لیے مدعا علیہ کی اس دلیل کو قبول کرنا ممکن نہیں ہے کہ اثباتِ جرم پر روک لگانے کے بعد بھی اثباتِ جرم سے پیدا ہونے والی نااہلی جاری ہے۔

(12) اب ہم اس عدالت کے کئی دیگر فیصلوں کا حوالہ دے سکتے ہیں، جن کا حوالہ فریقین نے دیا ہے۔

(12.1) بی۔ آر۔ کا پور بنام ریاست تامل ناڈو، (2001) 7 ایس سی سی 231 میں فیصلے کی کوئی درخواست نہیں ہوگی کیونکہ یہ اثباتِ جرم پر روک لگانے کا معاملہ نہیں تھا۔ اس صورت میں ضابطہ اخلاق کی دفعہ 389 کے تحت صرف سزا معطل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

درحقیقت، فوجداری مقدمات میں فیصلے کے عمل پر روک لگانے کی درخواستوں کو عدالت عالیہ نے خارج کر دیا تھا۔

(12.2.) ریاست تامل ناڈو بنام اے جگن ناتھ، (1996) 5 ایس سی سی 329 میں، ریاست نے عدالت عالیہ کے اس حکم کو چیلنج کیا جس نے رامانارنگ (اوپر) پر انحصار کرتے ہوئے اثباتِ جرم کی معطلی کے ساتھ ساتھ اثباتِ جرم بھی دی تھی۔ اس عدالت نے فیصلہ دیا کہ رامانارنگ (اوپر) میں طے

شدہ اصول یہ تھا کہ اثباتِ جرم اور سزا دونوں کو صرف اس صورت میں معطل کیا جاسکتا ہے جب اثباتِ جرم کی معطلی کی منظوری نہ دینے کے نتیجے میں نقصان پہنچے گا جسے اگر بالآخر اپیل/نظر ثانی کی اجازت دی جائے تو اسے کالعدم نہیں کیا جاسکتا۔ حقائق پر، یہ پایا گیا کہ اگر اثباتِ جرم پر روک نہیں دی گئی تو بھی اثباتِ جرم یافتہ شخص کے لیے کوئی جانبداری پیدا نہیں کیا جائے گا، اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ جب اثباتِ جرم اور اثباتِ جرموں کے خلاف نظر ثانی کی بالآخر اجازت دی گئی تو وظیفہ وغیرہ کی ادائیگی کے حوالے سے جواب دہندگان کو ہونے والا نقصان، اگر کوئی ہو تو، اچھی طرح سے بحال کیا جاسکتا ہے اور ان کے لیے فائدہ مند بنایا جاسکتا ہے۔ اس عدالت نے نوٹ کیا کہ اگر اثباتِ جرم یافتہ شخص کو معمولی نقصان پہنچانے والے ایسے معمولی معاملات پر غور کیا جائے تو ہر اثباتِ جرم کو اپیل یا نظر ثانی کے لیے معطل کرنا پڑے گا۔ یہ بھی نوٹ کیا گیا کہ عدالت عالیہ نے مدعا علیہان کے اخلاقی طرز عمل پر بالکل بھی غور نہیں کیا کیونکہ مدعا علیہان جگنا تھن جو پولیس انسپکٹر تھے، کو آئی پی سی کی توضیح 392، 218 اور 466 کے تحت مجرم قرار دیا گیا تھا، جبکہ دیگر مدعا علیہان جو سرکاری خدام بھی تھے، انہیں بدعنوانی کی روک تھام کے قانون کی دفعات کے تحت مجرم قرار دیا گیا تھا۔ ان حالات میں، عدالت عالیہ کی طرف سے اثباتِ جرم کو معطل کرنے میں استعمال کی گئی صوابدید کو الٹ دیا گیا۔

(12.3) کے۔ سی۔ سارین بنام سی بی آئی، چندی گڑھ، (2001) 6 ایس سی سی 584 میں یہ فیصلہ دیا گیا تھا کہ اگرچہ اثباتِ جرم کے حکم کے علاوہ اثباتِ جرم کے حکم کو معطل کرنے کا اختیار ضابطہ اخلاق کی دفعہ 389 (1) سے الگ نہیں ہے، لیکن اس کی مشق بہت ہی غیر معمولی معاملات تک محدود ہونی چاہیے۔ مزید کہا گیا کہ صرف اس وجہ سے کہ اثباتِ جرم یافتہ شخص اپنی اثباتِ جرم کو چیلنج کرنے کے لیے اپیل دائر کرتا ہے، عدالت کو اثباتِ جرم کے عمل کو معطل نہیں کرنا چاہیے اور عدالت کا فرض ہے کہ وہ اس طرح کی اثباتِ جرم کو برقرار رکھنے کے مضمرات سمیت تمام پہلوؤں کو دیکھے۔ بنچ نے یہ بھی نوٹ کیا کہ بدعنوانی کی برائی ایک خوفناک جہت تک پہنچ گئی ہے۔ اثباتِ جرم پر روک لگانے کے حکم کی منظوری کے لیے اپیل کنندہ کی استدعا کو مسترد کرتے ہوئے بنچ نے مشاہدہ کیا کہ جب کسی سرکاری خدام کے خلاف

بدعنوانی کے الزام میں اثباتِ جرم سنائی جاتی ہے تو اپیلٹ عدالت کو اپیل کے التوا کے دوران اثباتِ جرم کے حکم کو معطل نہیں کرنا چاہیے، چاہے قید کی اثباتِ جرم معطل ہی کیوں نہ ہو۔ بیچ نے مزید مشاہدہ کیا کہ یہ ایک شاندار عوامی حکمت عملی ہوگی کہ اپیل یا نظر ثانی کے نمٹارے تک قید کی اثباتِ جرم کو برقرار رکھنے کے باوجود اثباتِ جرم یافتہ سرکاری خادم کو اثباتِ جرم کی معذوری میں رکھا جائے۔ یہ مشاہدات اس وقت بھی یکساں طور پر لاگو ہوں گے جب اثباتِ جرم کے حکم پر روک لگانے کی استدعا کی جاتی ہے تاکہ الیکشن لڑنے کی معذوری کو دور کیا جاسکے، سوائے اس کے کہ، جیسا کہ پہلے ہی ذکر کیا گیا ہے، ایک بہت ہی غیر معمولی اور نایاب معاملے میں۔

(12.4) آخر میں، ریاست مہاراشٹر بمام گجانن اور دیگر، (2003) 12 ایس سی سی 432 میں اس عدالت کے فیصلے کا بھی حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ معاملے میں، کے۔سی۔سارین (اوپر) کے معاملے پر انحصار کرتے ہوئے، اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ صرف غیر معمولی معاملات میں، عدالت کو اثباتِ جرم پر روک لگانے کے اختیار کا استعمال کرنا چاہیے۔ چونکہ مذکورہ معاملے میں عدالت عالیہ نے کسی غیر معمولی حقیقت کی طرف اشارہ نہیں کیا تھا یا اس طرح کی اثباتِ جرم کو روک کر رکھنے کے مضمرات پر غور نہیں کیا تھا، اس لیے عدالت عالیہ کے اثباتِ جرم پر روک لگانے کے حکم کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ یونین آف بھارت بنام اتار سنگھ، (2003) 12 ایس سی سی 434 کے حوالہ شدہ کیس میں، یہ نوٹ کیا گیا کہ عدالت عالیہ نے میکا کی طور پر اثباتِ جرم کو معطل کر کے حکم منظور کیا تھا اور عدالت عالیہ کو اثباتِ جرم کو معطل کرنے والے اس طرح کے حکم کو منظور کر کے صوابدید کا استعمال نہیں کرنا چاہیے تھا۔

(12.5) ان تمام فیصلوں نے اثباتِ جرم پر روک لگانے کے اختیار کو تسلیم کرتے ہوئے خبردار کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اس طرح کے اختیارات کا استعمال صرف غیر معمولی حالات میں کیا جانا چاہیے جہاں اثباتِ جرم پر روک لگانے میں ناکامی نا انصاف اور ناقابل واپسی نتائج کا باعث بنے گی۔

(13) موجودہ کیس کی طرف لوٹتے ہوئے، ہمیں 26 مارچ 2004 کے اثباتِ جرم پر روک کے حکم کی درستگی کا فیصلہ کرنے کے لیے نہیں کہا گیا ہے۔ جس بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ نامزدگی اور انتخاب کی تاریخوں پر، اثباتِ جرم پر روک لگانے کے مذکورہ حکم کے پیش نظر، اپیل کنندہ کو نااہل نہیں کیا گیا تھا۔ یہ سوال کہ آیا بعد میں اثباتِ جرم کو اپیل میں خارج کر دیا گیا تھا یا آیا یہ معاملہ اس عدالت کے سامنے مزید چیلنج میں ہے، اس مسئلے کے نکتے کا فیصلہ کرنے کے لیے کوئی مطابقت نہیں رکھتا ہے۔

(14) مذکورہ بالا کے پیش نظر، عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ کہ اپیل کنندہ کو نامزدگی کی تاریخ کے مطابق نااہل قرار دیا گیا تھا اور اس کی نامزدگی کو نامناسب طور پر قبول کیا گیا تھا، برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔ نہتتا، ہم دیوانی اپیل کی اجازت دیتے ہیں اور عدالت عالیہ کے متنازعہ فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہیں اور الیکشن پٹیشن کو مسترد کرتے ہیں۔ چونکہ انتخابی درخواست گزار۔ مدعا علیہ نمبر 1 اس اپیل میں پیش نہیں ہوا ہے اور اسی انتخاب میں دوسرے مد مقابل کی طرف سے پیش ہونے والے ماہر وکیل نے ہماری مدد کی ہے، اس لیے ہم جماعتوں کو ان کے اپنے اخراجات برداشت کرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔

اپیل کی اجازت دی گئی۔

آر۔ پی۔